آرا وافکار

ڈاکٹر محی الدین غازی

اردو تراجم قرآن پر ایک نظر

مولانا محمد امانت اللہ اصلاحی کے افادات کی روشنی میں-۳۵

(۱۱۸) جنوب کا ترجمہ

جنوب، جنب کی جمع ہے،اس کے معنی پہلو کے ہیں،امام لغت فیروزآبادی لکھتے ہیں:

الجَنْبُ والجانِبُ والجَنبَةُ، مُحَرَّكَةً: شِقّ الإِنسانِ وغيرِه، ج: جُنُوبٌ وجوانِبُ وجَنائِبُ. القاموس المحيط۔

عربی میں پیٹھ کے لیے ظہر اور پہلو کے لیے جنب آتا ہے،مذکورہ ذیل آیت میں دونوں الفاظ ایک ساتھ ذکر کیے گئے ہیں:

(۱) يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَـذَا مَا كَنَزْتُمْ لأَنفُسِكُمْ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ۔(التوبۃ:۳۵)

''ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو''(سید مودودی) تمام مترجمین نے یہاں جنوب کا ترجمہ پہلو یا کروٹ اور ظہور کا ترجمہ پیٹھ کیا ہے۔

اس آیت کے علاوہ دو اور مقامات پر جنوب کا لفظ آیا ہے، مذکورہ بالا آیت کی طرح وہاں بھی مترجمین نے عام طور سے پہلو اور کروٹ ترجمہ کیا ہے، تاہم صاحب تفہیم نے اوپر والی آیت میں جنوب کا ترجمہ پہلو کرنے کے باوجود ذیل کی دونوں آیتوں میں جنوب کا ترجمہ پیٹھیں کیا ہے، یہ ترجمہ درست نہیں ہے، تینوں مقامات پر جنوب کا ترجمہ پہلو ہی ہونا چاہئے۔

(۲) تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ۔(السجدۃ:۱۶)

''اُن کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں، اور جو کچھ رزق ہم نے اُنہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں''(سید مودودی)

''ان کے پہلو بستروں سے کنارہ کش رہتے ہیں'' (امین احسن اصلاحی)

''ان کے پہلو بستروں پر ٹکتے نہیں ہیں'' (امانت اللہ اصلاحی، تتجافی کا صحیح مفہوم ٹکتے نہیں ہیں کہنے سے ادا ہوتا ہے)

آیت میں جنوبھم کا لفظ آیا ہے، ظھورھم کا لفظ نہیں آیا ہے، اس کی وجہ غالبا یہ ہے کہ عام طور سے انسان کروٹ لیٹتا ہے نہ کہ چت لیٹتا ہے۔

(۳) وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (الحج:۳۶)

''اور (قربانی کے) اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے، تمہارے لیے اُن میں بھلائی ہے، پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو، اور جب (قربانی کے بعد) ان کی پیٹھیں زمین پر ٹک جائیں تو اُن میں سے خود بھی کھاؤ اور اُن کو بھی کھلاؤ جو قناعت کیے بیٹھے ہیں اور اُن کو بھی جو اپنی حاجت پیش کریں اِن جانوروں کو ہم نے اِس طرح تمہارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکریہ ادا کرو'' (سید مودودی)

''اور قربانی کے ڈیل دار جانور اور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے تو ان پر اللہ کا نام لو ایک پاؤں بندھے تین پاؤں سے کھڑے پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ، ہم نے یونہی ان کو تمہارے بس میں دے دیا کہ تم احسان مانو'' (احمد رضا خان)

''اور قربانی کے اونٹ اور گائے (اور اسی طرح بھیڑ اور بکری کو بھی) ہم نے اللہ کے دین کی یادگار بنایا ہے ان جانوروں میں تمہارے اور بھی فائدے ہیں سو تم ان پر کھڑے کر کے (ذبح کرنے کے وقت) اللہ کا نام لیا کرو، پس جب وہ کسی کروٹ کے بل گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جائیں) تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی محتاج کو بھی کھانے کو دو (اور) ہم نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے زیر حکم کر دیا تا کہ تم (اس پر) اللہ تعالی کا شکر کرو'' (اشرف علی تھانوی)

اس آیت میں ظھورھم کا لفظ نہیں آیا ہے، جنوبھم کا لفظ آیا ہے، اس کی وجہ بھی واضح ہے کہ قربانی کا جانور پہلو کے بل گرتا ہے نہ کہ پیٹھ کے بل۔ جنوب کا ترجمہ پیٹھ درست نہیں ہے، جبکہ پہلو درست ترجمہ ہے۔

اس آیت میں دو اور لفظوں کی تحقیق میں اختلاف ہوا ہے، وہ الفاظ حسب ذیل ہیں:

البدن کے سلسلے میں مفسرین اور اہل لغت کے یہاں دو رائیں ملتی ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد اونٹ اور گائے دونوں ہیں۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے مراد صرف اونٹ ہیں۔

ابن عطیہ نے دونوں رائیں ذکر کی ہیں: البدن جمع بدنة وهى ما أشعر من ناقة أو بقرة، قاله عطاء وغيره وسميت بذلك لانها تبدن أى تسمن، وقيل بل هذا الاسم خاص بالابل. تفسير ابن

عطية.

دوسری رائے مضبوط معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ قربانی کا یہ طریقہ اونٹ کے لئے خاص ہے۔ گائے اور دوسرے جانوروں کی قربانی لٹا کر کی جاتی ہے، جب کہ اونٹ کی قربانی کھڑے کھڑے کی جاتی ہے، نحر کے بعد وہ اپنے پہلو کے بل گرتے ہیں۔

صواف کے سلسلے میں تین رائیں ہیں: بندھے ہوئے، کھڑے ہوئے، صف بستہ کھڑے ہوئے۔ صَوافَّ أي عَلَى نَحْرِهَا. قَالَ مُجَاهِد: مَعْقُولَة . وَقَالَ ابنُ عُمَرَ: قَائِمَة قَدْ صَفَّت أيدِيهَا بِالقُيُودِ. وَقَالَ ابنُ عيسَى: مُصْطَفَّةٌ. البحر المحيط فى التفسير

مولانا امانت اللہ اصلاحی کی رائے کے مطابق ''کھڑے ہوئے'' کرنا درست ہے۔ صف بستہ کے لئے جمع سالم آتی ہے، جبکہ صواف کے لفظ میں بندھے ہونے کا مفہوم شامل نہیں ہے۔

(۱۹۹) اشحة علی کا مفہوم

شح کا مطلب حریص ہونا ہے، کہ آدمی کو جو چیز حاصل ہو اسے بچا کر رکھنا چاہے، اور جو چیز حاصل نہیں ہو اسے حاصل کرنا چاہے۔ والشّحّ: البُخل وهو الحِرصُ . وهما يَتَشاحّان على الأمر: لايُريدُ كلّ واحدٍ منهما أن يفوته. (العين)

حريص على الشيء اور شحيح على الشيء دونوں میں علی کا ایک ہی استعمال ہوتا ہے، یعنی جس چیز کی حرص ہو اس پر علی داخل ہوتا ہے۔ مذکورہ ذیل آیت میں ایک بار اشحة عليكم آیا ہے، اور اسی آیت میں پھر اشحة على الخير بھی آیا ہے۔

أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ۔ (الاحزاب:۱۹)

جب ہم اردو تراجم کا جائزہ لیتے ہیں تو صورت حال یہ نظر آتی ہے کہ وہ اشحة على الخير کا ترجمہ تو ''دولت کا حریص'' ہونا کرتے ہیں، لیکن اشحة عليكم کا ترجمہ ''تمہارے حریص'' ہونا نہیں کرتے، عربی تفاسیر میں بھی اکثر تفسیروں کا حال یہی ہے۔ دراصل وہ أشحة عليكم کی تفسیر بخلاء عليكم سے کرتے ہیں، جب کہ أشحة عليكم، بخلاء بكم کا ہم معنی ہے۔ آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جب خطرہ سر پر ہوتا ہے تو خود کو تمہارا خیر خواہ اور حریص ظاہر کرتے ہیں، اور جب خطرہ ٹل جاتا ہے تو مال کے حریص بن جاتے ہیں۔ پہلی حالت میں تم کو هلم الينا کہتے ہیں، اور دوسری حالت میں تم کو اپنی تیز زبانوں کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس آیت میں أشحة عليكم کے مفہوم کی وضاحت گذشتہ آیت کے لفظ هلم الينا سے ہو رہی ہے۔ أشحة عليكم حال ہے هلم الينا سے، یعنی تمہارے خیر خواہ بن کر تمہیں اپنی طرف بلاتے ہیں۔

اس وضاحت کے بعد چند اردو ترجمے ملاحظہ ہوں:

’’تمہاری مدد میں (پورے) بخیل ہیں، پھر جب خوف ودہشت کا موقعہ آجائے تو آپ انہیں دیکھیں گے کہ آپ کی طرف نظریں جما دیتے ہیں اوران کی انکھیں اس طرح گھومتی ہیں جیسے اس شخص کی جس پر موت کی غشی طاری ہو۔ پھر جب خوف جاتا رہتا ہے توتم پر اپنی تیز زبانوں سے بڑی باتیں بناتے ہیں مال کے بڑے ہی حریص ہیں‘‘ (محمد جوناگڑھی)

’’تمہاری مدد میں گئی کرتے (کمی کرتے) ہیں پھر جب ڈر کا وقت آئے تم انہیں دیکھو گے تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جائے تمہیں طعنے دینے لگیں تیز زبانوں سے مال غنیمت کے لالچ میں‘‘ (احمد رضا خان)

’’(یہ اس لئے کہ) تمہارے بارے میں بخل کرتے ہیں۔ پھر جب ڈر (کا وقت) آئے تو تم ان کو دیکھو کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں (اور) اُن کی آنکھیں (اسی طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو۔ پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں زبان درازی کریں اور مال میں بخل کریں‘‘۔ (فتح محمد جالندھری)

’’تم سے جان چراتے ہوئے، پس جب خطرہ پیش آجاتا تو تم ان کو دیکھتے کہ وہ تمھاری طرف اس طرح تاک رہے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی آنکھوں کی طرح گردش کر رہی ہیں جس پر سکرات موت کی حالت طاری ہو، پھر جب خطرہ دور ہو جاتا تو وہ مال کی طمع میں تم سے بڑی تیز زبانی سے باتیں کرتے‘‘۔ (امین احسن اصلاحی، اس میں زمانہ ماضی کا ترجمہ کیا گیا ہے، اذا کے ترجمہ میں ماضی کا استعمال درست نہیں ہے)

’’جو تمہارا ساتھ دینے میں سخت بخیل ہیں خطرے کا وقت آجائے تو اس طرح دیدے پھرا پھرا کر تمہاری طرف دیکھتے ہیں جیسے کسی مرنے والے پر غشی طاری ہو رہی ہو، مگر جب خطرہ گزر جاتا ہے تو یہی لوگ فائدوں کے حریص بن کر قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبانیں لیے تمہارے استقبال کو آجاتے ہیں‘‘ (سید مودودی)

مولانا امانت اللہ اصلاحی نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

’’تمہیں چاہنے والے بن کر، پس جب خطرہ پیش آجاتا ہے تو تم ان کو دیکھتے ہو کہ وہ تمھاری طرف اس طرح تاک رہے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی آنکھوں کی طرح گردش کر رہی ہیں جس پر سکرات موت کی حالت طاری ہو، پھر جب خطرہ دور ہو جاتا ہے تو وہ مال کی طمع میں تم سے بڑی تیز زبانی سے باتیں کرتے ہیں‘‘۔ امام زمخشری نے اس آیت کا بالکل صحیح مفہوم بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

اَشِحَّةً عَلَيكُمُ فی وقت الحرب أضناء بكم، يترفرفون عليكم كما يفعل الرجل بالذاب عنه المناضل دونه عند الخوف يَنظُرُونَ اِلَيكَ فی تلك الحالة كما ينظر المغشى عليه من معالجة سكرات الموت حذرا وخورا ولواذا بك، فاذا ذهب الخوف وحيزت الغنائم ووقعت القسمة: نقلوا ذلك الشحّ وتلك الضنة والرفرفة عليكم الى الخير- وهو المال والغنيمة- ونسوا تلك

الحالة الاولى، واجترء وا عليكم وضربوكم بالسنتهم وقالوا: وفروا قسمتنا فانا قد شاهدناكم وقاتلنا معكم، وبمكاننا غلبتم عدوّكم وبنا نصرتم عليه. الكشاف

(۱۲۰) سلقوكم بألسنة کا مطلب

مذکورہ بالا آیت میں سلقوکم بألسنة حداد کا ترجمہ عام طور سے تیز زبانی، زبانی درازی اور طعنے دینا کیا گیا ہے۔ اہل لغت اور اہل تفسیر میں دو رائیں ہیں کہ اس کا مطلب زور زور سے بولنا ہے، یا تکلیف دہ باتیں کہنا ہے۔

وسَلَقَه بِلِسَانِهِ يَسلقه سلقاً: أَسمعه ما يكره فأكثر. وسَلَقة بِالكَلامِ سَلقاً اِذا آذاهُ، وَهُوَ شِدَّةُ الْقَوْلِ باللِّسَانِ. وَفِى التَّنْزِيلِ: سَلَقُوكُم بِاَلْسِنَةٍ حِدادٍ،

أى بـالَغُوا فِيكُم بِالكَلَامِ وخاصَمُوكم فى الغَنِيمَةِ أشَدَّ مخاصمةٍ وأَبلَغها، أَشِحَّةً عَلَى الخَيرِ، أى خَاطَبُوكُم أَشَدَّ مُخاطبة وهُمْ أشِحَّة عَلى المَالِ وَالغَنيمَةِ، الفَرَّاءُ: سَلَقُوكُم بأَلْسِنَةٍ حِدادٍ مَعنَاهُ عَضّوكم، يَقُولُ: آذَوكم بِالكَلَامِ فِى الاَمر بأَلسِنة سَلِيطة ذَرِبَةٍ۔ لسان العرب

صاحب تفہیم نے سلقوکم کا ترجمہ استقبال کرنا کیا ہے، اور تفسیر میں بڑے تپاک سے استقبال کرنا لکھا ہے۔

انہیں یہ غلط فہمی غالباً تفسیر طبری کی ایک عبارت سے ہوئی ہے جس میں ابن عباس کے حوالے سے استقبلوکم کا لفظ روایت کیا گیا ہے۔ تفسیر طبری کی پوری عبارت دیکھیں تو یہ غلط فہمی دور ہو جاتی ہے، پوری عبارت اس طرح ہے:

وقـال آخرون: بل ذلك سلقهم اياهم بالأذى. ذكـر ذلك عن ابن عباس: حدثنى عليّ، قال: ثـنـا ابـوصـالـح، قـال: ثنى معاوية، عن عليّ، عن ابن عباس قوله: (سَلَقُوكُمْ بألسِنَةٍ حِدادٍ) قال: استقبلوكم. تفسير الطبرى

ابن عباس سے مروی ایک دوسری عبارت سے ان کی مراد اور واضح ہو جاتی ہے، وہ اس طرح ہے:

وأخـرج الـطستى عَن ابن عَبَّاس رَضِىَ الله عَنهُمَا أَن نَافِع بن الأرزق قَالَ لَهُ اَخبرنى عَن قَوله عـزَّوَجـل (سـلقوكم بألسنة حداد) قَالَ الطعن بِاللِّسَانِ قَالَ وَهل تعرف العَرَب ذَلك قَالَ نعم أما سَـمِـعـت الأَعشَـى وهُـوَ يَـقُـول فيهم الخطب والسماحة والنجدة فيهم والخاطب المسلاق. الدرالمنثور

عربی کا استقبال اردو کے استقبال یعنی خیر مقدم سے مختلف ہوتا ہے، اور اس کا مطلب سامنا کرنا ہوتا ہے، ابن عباس کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ طعن گوئی کے ساتھ تمہارا سامنا کرتے ہیں۔ یوں تو سلق کا مطلب سامنا کرنا بھی نہیں ہوتا ہے، سلق باللسان کا مطلب تکلیف دہ بات کہنا ہوتا ہے۔ ابن عباس کی منشا یہ ہے کہ وہ تمہارے سامنے زبان درازی کرتے ہیں۔

لغت کی رو سے سلق کا مطلب استقبال کرنا اور وہ بھی تپاک سے کرنا کسی صورت میں نہیں ہو سکتا ہے۔ صاحب تفہیم نے تفسیری حاشیے میں دوسرا مفہوم بھی ذکر کیا ہے، جو عام رائے کے مطابق ہے اور وہ صحیح مفہوم ہے۔